ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 412

Program: B.A

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: معاشرتی وثقافتی بشریات(412) • سطح: بی اے

سمسٹر: خزاں2026

امتحانی مشق نمبر1 (یونٹ: 1تا4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 40

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ وحوالہ کے لیے)

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹ پڑھیں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر جوابات اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

سوال نمبر1: علم بشریات کی تعریف؛ نفسیات اور اقتصادیات سے تعلق(20نمبر)

سوال نمبر1: علم بشریات کی تعریف کریں نیز علم بشریات کا تعلق نفسیات اور اقتصادیات سے واضح کریں۔(20)

تعارف

علم بشریات، جسے انگریزی میں Anthropology کہا جاتا ہے، انسان کے مطالعے کا سب سے جامع علم ہے۔ یہ واحد مضمون ہے جو انسان کو بیک وقت حیاتیاتی وجود، ثقافتی مخلوق اور معاشرتی رکن کی حیثیت سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ دیگر علوم عموماً انسانی زندگی کے کسی ایک پہلو مثلاً ذہن، معیشت، سیاست یا تاریخ تک محدود رہتے ہیں، جب کہ بشریات کا دائرہ انسان کی ابتداء سے لے کر اس کی موجودہ تہذیب، زبان، مذہب، خاندان، معیشت اور رسم و رواج تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی وسعت کی وجہ سے بشریات کو "انسان کا مکمل مطالعہ" بھی کہا جاتا ہے اور اسے سماجی علوم کی بنیادی اور مرکزی شاخ قرار دیا جاتا ہے۔

اس جواب میں پہلے علم بشریات کی تعریف مختلف ماہرین کے حوالے سے بیان کی جائے گی اور اس کی اہم شاخوں کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ واضح کیا جائے گا کہ بشریات کا نفسیات سے کیا تعلق ہے اور یہ دونوں علوم ایک دوسرے سے کس طرح استفادہ کرتے ہیں۔ آخر میں اقتصادیات سے بشریات کے تعلق پر بحث کی جائے گی، کیونکہ انسان کی معاشی سرگرمیاں بھی اس کی ثقافت ہی کا حصہ ہوتی ہیں اور انہیں ثقافتی پس منظر سے الگ کر کے پوری طرح سمجھا نہیں جا سکتا۔

علم بشریات کی تعریف اور مفہوم

لفظ "بشریات" کا مادہ "بشر" ہے، جس کے معنی انسان کے ہیں، اور انگریزی اصطلاح Anthropology دو یونانی الفاظ Anthropos بمعنی انسان اور Logos بمعنی مطالعہ یا علم سے مل کر بنی ہے۔ اس لغوی مفہوم کے اعتبار سے بشریات انسان اور بنی نوع انسان کے مطالعے کا نام ہے۔ تاہم اس کا اصطلاحی مفہوم اس سے کہیں وسیع ہے۔ معروف ماہر ای۔ بی۔ ٹائلر کے مطابق انسان کی ثقافت، یعنی اس کے علم، عقائد، فن، اخلاق، قانون، رسم و رواج اور وہ تمام صلاحیتیں و عادات جو وہ معاشرے کے رکن کی حیثیت سے حاصل کرتا ہے، بشریات کے مطالعے کا اصل موضوع ہیں۔ ٹائلر کی یہ تعریف ثقافت کو بشریات کا مرکزی تصور قرار دیتی ہے۔

برونسلا مالینوسکی نے بشریات کو انسان، اس کے معاشرے اور اس کی ثقافت کے سائنسی مطالعے سے تعبیر کیا اور عملی میدان میں جا کر مشاہدے پر زور دیا۔ اے۔ ایل۔ کروبر کے نزدیک بشریات انسان کے گروہی رویے، اس کی ایجادات اور اس کی سماجی و ثقافتی زندگی کا علم ہے۔ ان تعریفوں کو ملا کر کہا جا سکتا ہے کہ علم بشریات وہ علم ہے جو ماضی اور حال کے تمام انسانوں کا، ان کی جسمانی ساخت، ان کے ارتقاء، ان کی ثقافت اور ان کے معاشرتی نظام کا جامع اور تقابلی مطالعہ کرتا ہے۔ اس کا مقصد صرف معلومات اکٹھی کرنا نہیں بلکہ انسانی تنوع کو سمجھنا اور اس کے اسباب کی تلاش بھی ہے۔

علم بشریات کی ایک نمایاں خصوصیت اس کا جامع نقطہ نظر ہے، جسے کلیت یا Holism کہا جاتا ہے۔ ماہر بشریات کسی ایک رسم یا ادارے کو الگ تھلگ نہیں دیکھتا بلکہ اسے پورے ثقافتی نظام کے اندر رکھ کر سمجھتا ہے۔ دوسری خصوصیت اس کا تقابلی مطالعہ ہے، یعنی مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں کے معاشروں کا موازنہ کر کے مشترک اصول

تلاش کیے جاتے ہیں۔ تیسری خصوصیت میدانی تحقیق ہے، جس میں محقق خود لوگوں کے درمیان رہ کر ان کی زندگی کا براہ راست مشاہدہ کرتا ہے۔ یہی تین خصوصیات بشریات کو دوسرے سماجی علوم سے ممتاز کرتی ہیں۔

جدول 1: علم بشریات کی اہم شاخیں

شاخ	موضوعِ مطالعہ	مثال
جسمانی بشریات	انسان کی جسمانی ساخت، نسل اور ارتقاء	فوسلز اور انسانی ڈھانچے کا مطالعہ
ثقافتی و معاشرتی بشریات	ثقافت، سماجی تنظیم، رسم و رواج	خاندان، قبیلہ اور مذہبی رسوم
لسانی بشریات	زبان کی ابتداء، ارتقاء اور ثقافت سے تعلق	بولیوں اور زبانوں کا تقابلی مطالعہ
آثارِ قدیمہ کی بشریات	قدیم تہذیبوں کی مادی باقیات	کھدائی سے ملنے والے اوزار و برتن

علم بشریات کا نفسیات سے تعلق

نفسیات فرد کے ذہن، احساسات، ادراک اور رویے کا مطالعہ کرتی ہے، جب کہ بشریات انسان کو ثقافت اور معاشرے کے تناظر میں دیکھتی ہے۔ بظاہر دونوں کے موضوعات مختلف نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت میں فرد کے ذہنی عمل اور اس کے رویے کی تشکیل میں ثقافت کا گہرا عمل دخل ہوتا ہے۔ بچہ جس ماحول میں پرورش پاتا ہے، اسی ماحول کی اقدار، زبان اور رسم و رواج اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اسی بنیادی نکتے پر بشریات اور نفسیات آپس میں ملتی ہیں اور ایک دوسرے کے لیے ناگزیر بن جاتی ہیں۔

اس تعلق کی سب سے واضح صورت "ثقافت و شخصیت" کے مطالعے میں نظر آتی ہے۔ روتھ بینیڈکٹ نے مختلف قبائل کی ثقافتوں کا مطالعہ کر کے بتایا کہ ہر ثقافت اپنے افراد کی شخصیت کو ایک خاص سانچے میں ڈھالتی ہے۔ مارگریٹ میڈ نے ساموا اور نیو گنی کے معاشروں میں بلوغت اور صنفی کرداروں کا مطالعہ کر کے ثابت کیا کہ بہت سے رویے جنہیں ہم فطری سمجھتے ہیں، دراصل ثقافتی تربیت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس مکتب کو نفسیاتی بشریات کہا جاتا ہے، اور اس نے بشریات کو نفسیات کے تجرباتی طریقوں سے اور نفسیات کو ثقافتی تنوع کے شعور سے مالا مال کیا۔

دوسری طرف ماہر نفسیات بھی اب یہ تسلیم کرتا ہے کہ ذہنی امراض، خوابوں کی تعبیر، محبت و نفرت کے جذبات اور حتیٰ کہ رنگوں و آوازوں کے ادراک تک میں ثقافتی پس منظر فرق پیدا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی معاشرے میں بزرگوں کی اطاعت شخصیت کی پختگی کی علامت سمجھی جاتی ہے، جب کہ کسی دوسرے معاشرے میں خود مختاری کو یہی مقام حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا نفسیات کے اصولوں کو آفاقی قرار دینے سے پہلے ان کی ثقافتی جانچ ضروری ہے، اور یہ جانچ بشریات ہی فراہم کرتی ہے۔ یوں دونوں علم ایک دوسرے کی کمی کو پورا کرتے ہیں۔

علم بشریات کا اقتصادیات سے تعلق

اقتصادیات انسان کی معاشی سرگرمیوں، یعنی پیداوار، تبادلے، تقسیم اور صرف کا مطالعہ کرتی ہے، اور بشریات بھی انہی سرگرمیوں کو اپنے موضوع میں شامل رکھتی ہے، کیونکہ کوئی بھی معاشرہ اپنی معاشی زندگی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ فرق صرف نقطہ نظر کا ہے۔ ماہر اقتصادیات جدید سرمایہ دارانہ معاشروں کی منڈی، قیمت اور طلب و رسد کے اصولوں پر توجہ دیتا ہے، جب کہ ماہر بشریات سادہ اور قدیم معاشروں کی معیشت کو بھی اسی اہمیت سے دیکھتا ہے جہاں نہ سکہ ہوتا ہے، نہ منڈی اور نہ ہی تحریری حساب کتاب۔

قدیم و قبائلی معاشروں میں معیشت ثقافت سے الگ کوئی ادارہ نہیں ہوتی بلکہ خاندان، رشتہ داری، مذہب اور رسم و رواج میں گندھی ہوئی ہوتی ہے۔ مالینوسکی نے ٹروبریانڈ جزائر کے کولا تبادلے کا مطالعہ کر کے دکھایا کہ وہاں اشیاء کا تبادلہ محض معاشی فائدے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ عزت، دوستی اور سماجی رتبے کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح پوٹلاٹ کی رسم میں دولت ضائع کرنا سماجی برتری کی علامت بنتا ہے۔ اشیاء کا تحفے تحائف کے طور پر تبادلہ، شکار اور فصل کی اجتماعی تقسیم اور بارٹر یعنی اشیاء کے بدلے اشیاء کا نظام، یہ سب بتاتے ہیں کہ معاشی فیصلے ثقافتی اقدار کے تابع ہوتے ہیں۔ یہی مطالعہ معاشی بشریات کہلاتا ہے۔

اس ضمن میں رسمی اور حقیقی نقطہ نظر کی بحث بھی مشہور ہے۔ کارل پولانی وغیرہ کا کہنا ہے کہ جدید اقتصادیات کے اصول ہر معاشرے پر یکساں لاگو نہیں ہوتے، کیونکہ سادہ معاشروں میں معیشت سماجی تعلقات میں پیوست ہوتی ہے۔ بشریات نے اقتصادیات کو یہ اہم سبق دیا کہ ترقیاتی منصوبے صرف اعداد و شمار سے کامیاب نہیں ہوتے؛ جب تک

مقامی لوگوں کی ثقافت، ضروریات اور اقدار کو نہ سمجھا جائے، بڑے بڑے معاشی منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔ پاکستان سمیت ترقی پذیر ممالک میں دیہی ترقی، خرد قرضوں اور زرعی اصلاحات کی کامیابی کے لیے یہی بشریاتی بصیرت آج بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ علم بشریات انسان کے مکمل مطالعے کا علم ہے جس میں اس کی جسمانی، ثقافتی، لسانی اور تاریخی، سبھی جہتیں شامل ہیں۔ نفسیات سے اس کا تعلق شخصیت کی ثقافتی تشکیل کے ذریعے قائم ہوتا ہے اور اقتصادیات سے اس کا تعلق معاشی سرگرمیوں کے ثقافتی پس منظر کے ذریعے۔ بشریات باقی علوم کی مخالف نہیں بلکہ ان سب کو انسان کے ایک جامع تصور میں جوڑنے والی کڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج نفسیات، اقتصادیات، عمرانیات اور طب جیسے علوم بھی اپنے مسائل کے حل کے لیے بشریاتی تحقیق سے مدد لے رہے ہیں۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

سوال نمبر2: انیسویں صدی میں ابھرنے والے بشریات کے اہم نظریات(20نمبر)

سوال نمبر2: انیسویں صدی میں ابھرنے والے بشریات سے متعلق اہم نظریات کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

انیسویں صدی علم بشریات کی پیدائش اور تشکیل کی صدی ہے۔ اس سے پہلے انسان اور اس کی ثقافت کے بارے میں خیالات فلسفیوں، سیاحوں اور مبلغین کی تحریروں میں بکھرے ہوئے تھے، لیکن اسی صدی میں یہ بکھرا ہوا مواد باقاعدہ نظریات کی شکل اختیار کر گیا اور بشریات ایک مستقل علم کے طور پر سامنے آئی۔ اس تبدیلی کے پیچھے کئی عوامل کارفرما تھے: یورپ کی نوآبادیاتی توسیع سے دور دراز کے معاشروں کی معلومات بڑے پیمانے پر جمع ہونا شروع ہوئیں، صنعتی انقلاب نے یورپی معاشرے کو تیزی سے بدلا، اور سائنس کے میدان میں ارتقاء کے نظریے نے سوچنے کا انداز ہی بدل دیا۔

اس جواب میں انیسویں صدی کے ان اہم نظریات کا جائزہ لیا جائے گا جنہوں نے بشریات کی بنیاد رکھی۔ ان میں یک خطی ثقافتی ارتقاء کا نظریہ، لیوس ہنری مورگن کے مراحل، ایڈورڈ ٹائلر کے نظریات، ہربرٹ سپنسر کا سماجی ارتقاء، تاریخی مادیت کی عطا اور ان نظریات پر ہونے والی تنقید کی ابتدائی صورتیں شامل ہیں۔ اگرچہ بعد کی تحقیقات نے ان میں سے کئی خیالات کو رد کر دیا، لیکن ان کی تاریخی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ آج کی بشریات بھی انہی مباحث سے آگے بڑھ کر بنی ہے۔

پس منظر: روشن خیالی، نوآبادیات اور ڈارون

اٹھارہویں صدی کے روشن خیال مفکرین نے یہ خیال پیش کیا تھا کہ انسانی تاریخ ترقی کی طرف بڑھتی ہے اور تمام معاشرے ایک ہی راستے کے مختلف مراحل پر ہیں۔ انیسویں صدی میں یہ خیال اس وقت مضبوط ہوا جب چارلس ڈارون نے 1859ء میں "نوعوں کی ابتداء" شائع کی اور حیاتیات میں ارتقاء کا نظریہ پیش کیا۔ اگر انواع بتدریج ارتقاء پذیر ہوتی ہیں تو معاشرے اور ثقافتیں بھی کیوں نہیں؟ یہی سوال بشریاتی نظریہ سازی کی بنیاد بنا۔ ساتھ ہی نوآبادیاتی اہلکاروں، تاجروں اور مبلغین کی رپورٹوں نے افریقہ، ایشیا، امریکہ اور بحرالکاہل کے معاشروں کے بارے میں اتنا مواد فراہم کر دیا کہ مفکرین تقابلی مطالعے کے قابل ہو گئے۔

ایک اور اہم پس منظر آثارِ قدیمہ کی دریافتوں کا تھا۔ یورپ میں پتھر کے اوزاروں اور غاروں کی تصویروں نے ثابت کر دیا کہ انسان کی تاریخ کتابی اندازوں سے کہیں زیادہ طویل ہے۔ اس "قبل از تاریخ" نے مفکرین کو مجبور کیا کہ وہ انسانی ماضی کو مراحل میں تقسیم کریں۔ یہی وہ ماحول تھا جس میں بشریات کے پہلے بڑے نظریات پیدا ہوئے اور یورپ و امریکہ کی جامعات اور علمی انجمنوں میں اس نئے مضمون کو جگہ ملنا شروع ہوئی۔

ثقافتی ارتقاء کا نظریہ اور مورگن کے مراحل

انیسویں صدی کا سب سے بااثر نظریہ یک خطی ثقافتی ارتقاء کا نظریہ تھا، جس کے مطابق تمام انسانی معاشرے ایک ہی سمت میں، سادگی سے پیچیدگی کی طرف، مقررہ مراحل سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اس مکتب کے سب سے بڑے نمائندے امریکی ماہر لیوس ہنری مورگن تھے، جنہوں نے اپنی کتاب "قدیم معاشرہ" (1877ء) میں انسانی تاریخ کو تین بڑے ادوار میں تقسیم کیا: وحشت، بربریت اور تہذیب۔ ان کے نزدیک وحشت کے دور میں انسان شکار اور جنگلی خوراک پر گزارا کرتا تھا، بربریت میں اس نے جانور پالنا، کھیتی باڑی اور مٹی کے برتن بنانا سیکھا، اور لوہے کے پگھلنے اور تحریر کی ایجاد کے ساتھ تہذیب کا آغاز ہوا۔

مورگن نے خاندان اور شادی کے ارتقاء پر بھی بحث کی اور خیال ظاہر کیا کہ خاندان سادہ صورتوں سے گزرتا ہوا واحد شادی والے جدید خاندان تک پہنچا ہے۔ انہوں نے امریکہ کے مقامی قبائل، خصوصاً ایروکوا قبائل، کا میدانی مطالعہ بھی کیا، اس لیے ان کے نظریے میں محض قیاس نہیں بلکہ مشاہدے کی جھلک بھی ملتی ہے۔ اگرچہ آج ہم جانتے ہیں کہ ہر معاشرہ ایک ہی لکیر پر نہیں چلتا اور ہر ثقافت کی اپنی تاریخ ہوتی ہے، لیکن مورگن کی تقسیم نے پہلی بار انسانی ماضی کو منظم انداز میں سمجھنے کی راہ دکھائی اور کارل مارکس و فریڈرک اینگلز نے بھی خاندان اور جائیداد کے ارتقاء کی بحث میں اس سے استفادہ کیا۔

جدول 2: مورگن کے مطابق انسانی ترقی کے مراحل

مرحلہ	اہم خصوصیات	نمایاں ایجاد / پیش رفت
وحشت	شکار اور جنگلی خوراک، بھٹکتی زندگی	آگ کا استعمال اور تیر کمان
بربریت	جانور پالنا، ابتدائی کھیتی باڑی، ایک جگہ قیام	مٹی کے برتن اور لوہے کے اوزار

تحریر کی ایجاد اور دھات کاری	شہر، ریاست اور منظم تجارت	تہذیب

ٹائلر، سپنسر اور دیگر نظریات

انگلستان میں ایڈورڈ برنٹ ٹائلر کو بشریات کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ ان کی کتاب "ابتدائی ثقافت" (1871ء) میں ثقافت کی جامع تعریف پیش کی گئی، جو آج بھی سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ ٹائلر نے مذہب کی ابتداء کے بارے میں ارواح پر ایمان یعنی Animism کا نظریہ دیا، جس کے مطابق قدیم انسان نے خواب، سایے اور موت کے تجربات سے روح کا تصور اخذ کیا اور یہی تصور بتدریج مذہب کی بنیاد بنا۔ انہوں نے ثقافتی باقیات یعنی Survivals کا تصور بھی دیا، یعنی پرانی رسموں کے وہ آثار جو نئی تہذیب میں بھی کسی نہ کسی صورت باقی رہ جاتے ہیں۔

ہربرٹ سپنسر نے سماج کو ایک جاندار جسم سے تشبیہ دی اور کہا کہ معاشرے بھی سادگی سے پیچیدگی کی طرف ارتقاء کرتے ہیں۔ اس خیال کو بعد میں سماجی ڈارونیت کہا گیا، کیونکہ بعض مفکرین نے "طاقتور کی بقا" کے اصول کو معاشروں پر لاگو کر کے نوآبادیات اور عدم مساوات کا جواز پیش کیا، جو اخلاقی لحاظ سے سخت تنقید کا نشانہ بنا۔ اسی صدی میں جیمز فریزر نے جادو، مذہب اور سائنس کے ارتقائی تعلق پر بحث کی اور کہا کہ انسان جادو سے مذہب اور مذہب سے سائنس کی طرف بڑھا ہے۔ جرمن مفکر ایڈولف باسٹیان نے انسانوں کی ذہنی وحدت کا نظریہ دیا کہ سارے انسان بنیادی خیالات مشترک رکھتے ہیں، جب کہ فریڈرک راتزل نے ثقافتی عناصر کے ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پھیلنے یعنی انتشار کی طرف توجہ دلائی، جو آگے چل کر انتشاریت کے مکتب کی بنیاد بنا۔

تاریخی مادیت اور تنقید کی ابتداء

اسی صدی میں کارل مارکس اور اینگلز نے تاریخ کی مادی تعبیر پیش کی، جس کے مطابق کسی بھی معاشرے کی اصل بنیاد اس کا طریقہ پیداوار ہوتا ہے اور سماجی و ثقافتی ڈھانچہ اسی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ اینگلز نے مورگن کے مطالعے کی بنیاد پر خاندان، نجی ملکیت اور ریاست کی ابتداء پر کتاب لکھی۔ یہ نظریہ بشریات کے لیے اس لحاظ سے اہم ثابت ہوا کہ اس نے ثقافت کی مادی و معاشی بنیادوں کی طرف توجہ مبذول کرائی اور بعد کے کئی مکاتب، بشمول نومارکسی بشریات، اسی سے متاثر ہوئے۔

صدی کے اواخر میں ان نظریات پر تنقید بھی شروع ہو گئی۔ فرانز بوآس نے، جو اگلی صدی کے بڑے ماہر بنے، یہ موقف اختیار کرنا شروع کیا کہ ہر ثقافت کو اس کی اپنی تاریخ کے اندر سمجھنا چاہیے اور دور دراز کے معاشروں کو یورپی تہذیب سے کمتر سمجھنے کا کوئی سائنسی جواز نہیں۔ ارتقائی نظریات کی کمزوریاں بھی واضح تھیں: ان کے اکثر نتائج سیاحوں کی ناقص رپورٹوں پر مبنی تھے، میدانی تحقیق موجود نہیں تھی، اور مرحلہ وار تقسیم قیاسی تھی۔ پھر بھی ان نظریات نے سوالات اٹھائے، تقابلی طریقہ دیا اور ثقافت کو سائنسی مطالعے کا موضوع بنایا، یہی ان کی دائمی خدمات ہیں۔

نتیجہ

نتیجتاً کہا جا سکتا ہے کہ انیسویں صدی کے نظریات نے بشریات کو خیالات کے بکھرے ہوئے ذخیرے سے ایک منظم علم میں بدل دیا۔ ثقافتی ارتقاء، مورگن کے مراحل، ٹائلر کی ثقافت و مذہب کی بحث، سپنسر کی عضوی تشبیہ، مارکس کی مادی تعبیر اور راتزل کی انتشار کی طرف اشارہ، یہ سب آج جزوی طور پر متروک سہی، لیکن موجودہ بشریات انہی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ ان نظریات کی اصل قدر ان کی غلطیوں میں چھپی اس کوشش میں ہے کہ انسان اور اس کی ثقافت کو پہلی بار سائنسی انداز میں سمجھنے کی سنجیدہ کوشش کی گئی۔

سوال نمبر 3: قومی ترقی: بشریات اور دیگر حلقوں کے نظریات میں فرق (20 نمبر)

سوال نمبر 3: قومی ترقی سے وابستہ بشریات اور دیگر حلقوں کے نظریات میں فرق بیان کریں۔ (20)

تعارف

قومی ترقی ہر دور کا مرکزی موضوع رہی ہے، لیکن "ترقی" سے مراد کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ہر حلقہ اپنے نقطہ نظر سے دیتا ہے۔ ماہر اقتصادیات کے نزدیک ترقی زیادہ پیداوار اور بڑھتی ہوئی آمدنی کا نام ہے، سیاست دان کے نزدیک یہ فلاحی ریاست اور طاقت کا مسئلہ ہے، منتظم کے نزدیک یہ منصوبوں کی بروقت تکمیل ہے، جب کہ ماہر بشریات کے نزدیک ترقی سب سے پہلے انسان، اس کی ثقافت اور اس کی زندگی کے معیار کا سوال ہے۔ یہی نظریاتی فرق ترقیاتی عمل کی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ کرتا ہے۔

اس جواب میں پہلے دیگر حلقوں، خصوصاً ماہرین اقتصادیات، منصوبہ سازوں اور سیاست دانوں کے ترقی کے بارے میں نظریات بیان کیے جائیں گے، پھر بشریات کا نقطہ نظر پیش کیا جائے گا، اور آخر میں دونوں کے درمیان فرق کو جدول اور مثالوں کی مدد سے واضح کیا جائے گا۔ مقصد یہ دکھانا ہے کہ بشریات ترقی کی مخالف نہیں، بلکہ اسے انسانی اور پائیدار بنیادوں پر استوار کرنے کی وکالت کرتی ہے۔

دیگر حلقوں کے نظریات: معاشی نمو اور منصوبہ بندی

ماہرین اقتصادیات ترقی کو عموماً مجموعی قومی پیداوار اور فی کس آمدنی میں اضافے سے ماپتے ہیں۔ ان کے نمونوں میں ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ روسٹو کے مراحلِ نمو مشہور ہیں، جن کے مطابق ہر معاشرہ روایتی حالت سے گزر کر صنعتی پختگی تک پہنچتا ہے۔ اس سوچ میں ترقی ایک تکنیکی اور معاشی عمل ہے: زیادہ سرمایہ کاری، زیادہ صنعتیں، زیادہ برآمدات۔ منصوبہ ساز اور منتظمین اسی فکر کو پانچ سالہ منصوبوں، اہداف اور اعداد و شمار میں ڈھال دیتے ہیں، اور ان کے نزدیک وہ منصوبہ کامیاب ہے جو مقررہ مدت اور لاگت میں مکمل ہو جائے، خواہ اس کے انسانی اثرات کچھ بھی ہوں۔

سیاسی حلقوں کے لیے ترقی کا تصور اکثر قومی طاقت، دفاع، بڑے ڈیموں، موٹروے زاور بلند عمارتوں جیسے ظاہری نشانات سے جڑا ہوتا ہے۔ عطیہ دہندہ ادارے اور بین الاقوامی مالیاتی ادارے بھی مخصوص معاشی شرائط اور اصلاحات پر زور دیتے ہیں۔ ان تمام نقطہ ہائے نظر میں ایک قدر مشترک ہے: ترقی کو اوپر سے نافذ کیا جانے والا عمل سمجھا جاتا ہے، مقامی آبادی کو عموماً محض "مستفید" قرار دیا جاتا ہے، اور ثقافت کو یا تو نظر انداز کیا جاتا ہے یا ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ زمین کو محض زمین، جنگل کو محض لکڑی اور گاؤں کو محض آبادی کے اعداد سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ مقامی لوگوں کے لیے یہی چیزیں ان کی شناخت، مذہب اور تاریخ ہوتی ہیں۔

بشریات کا نظریہ ترقی

ماہر بشریات ترقی کی تعریف انسانی بھلائی سے شروع کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ترقی وہ تبدیلی ہے جس سے عام انسان کی زندگی میں حقیقی بہتری آئے: خوراک، صحت، تعلیم، عزت اور فیصلوں میں شرکت۔ بشریات یہ سوال اٹھاتی ہے کہ ترقی کس کے لیے ہے، اس کی قیمت کون ادا کرتا ہے اور اس کے فوائد کس تک پہنچتے ہیں۔ اگر ایک ڈیم سے شہروں کو بجلی ملے لیکن ہزاروں خاندان اپنی آبائی زمین، قبرستان اور سماجی رشتوں سے محروم ہو کر بے گھر ہو جائیں تو بشریاتی نکتہ نظر سے یہ ترقی ادھوری بلکہ متنازع ہے۔

بشریات کا دوسرا اصول ثقافت کا احترام ہے۔ ہر معاشرے کی اپنی اقدار، رسم و رواج اور مسائل کے حل کے اپنے طریقے ہوتے ہیں۔ کامیاب ترقی وہی ہے جو ان مقامی بنیادوں پر تعمیر ہو، نہ کہ باہر سے تھوپی جائے۔ اسی لیے اطلاقی بشریات یعنی Applied Anthropology وجود میں آئی، جس میں ماہرین ترقیاتی منصوبوں کی منصوبہ بندی میں مقامی ثقافت کی روشنی میں مشورہ دیتے ہیں: لوگ کس زبان میں بات بہتر سمجھیں گے، فیصلے خاندان کے کون سے رکن کرتے ہیں، خواتین کی شرکت کی صورت کیا ہو سکتی ہے، اور کن رسموں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ شرکت پر مبنی ترقی، جس میں مقامی آبادی منصوبے کی شریک کار ہو، بشریات کی اہم ترین سفارش ہے۔

بشریات ترقی کو ہمہ جہت عمل بھی قرار دیتی ہے۔ معاشی بہتری کے ساتھ سماجی انصاف، ثقافتی تسلسل اور ماحول کا تحفظ بھی ترقی کا حصہ ہیں۔ آج جسے پائیدار ترقی کہا جاتا ہے، اس کی فکری جڑیں بڑی حد تک اسی بشریاتی تنقید میں ملتی ہیں جو یک طرفہ معاشی نمو پر کی گئی۔ بشریات کے نزدیک تیز رفتار تبدیلی اگر معاشرتی انتشار، خاندانی نظام کی تباہی اور ثقافتی بے چینی پیدا کرے تو اس کے اعداد چمکتے ہوئے بھی وہ انسانی فلاح کا ذریعہ نہیں بنتی۔

جدول3: قومی ترقی کے بارے میں نظریات کا فرق

پہلو	دیگر حلقوں کا نظریہ	بشریات کا نظریہ
ترقی کی تعریف	قومی پیداوار اور آمدنی میں اضافہ	انسانی فلاح اور زندگی کے معیار میں بہتری
پیمانہ	اعداد و شمار، اہداف اور شرح نمو	لوگوں کی زندگی میں حقیقی تبدیلی
ثقافت کا مقام	رکاوٹ یا غیر اہم عنصر	ترقی کی بنیاد اور رہنما قوت
مقامی آبادی	محض مستفید اور خاموش تماشائی	منصوبے کی شریک اور فیصلہ ساز
طریقہ کار	اوپر سے نیچے، ماہرین کے فیصلے	نیچے سے اوپر، شراکت اور مکالمہ
ناکامی کی وجہ	سرمایے اور انتظام کی کمی	ثقافت اور عوامی ضروریات کو نظر انداز کرنا

عملی مثالیں اور نتائج

تاریخ اس فرق کی گواہ ہے۔ دنیا بھر میں کئی بڑے ترقیاتی منصوبے اس لیے ناکام ہوئے کہ منصوبہ سازوں نے مقامی ثقافت کو سمجھے بغیر فیصلے کیے: وہ بستیاں جو نقشوں میں خوبصورت تھیں، چند سال میں ویران ہو گئیں کیونکہ لوگوں کے سماجی رشتے اور پیشے ان میں چل نہ سکے؛ وہ زرعی سکیمیں ناکام ہوئیں جن میں بزرگوں کے تجربے کو جہالت کہہ کر رد کر دیا گیا۔ اس کے برعکس جہاں مقامی شرکت حاصل کی گئی، وہاں چھوٹے بجٹ کے منصوبے بھی دیرپا ثابت ہوئے۔ پاکستان میں بھی دیہی ترقی کے بعض کامیاب تجربات، جیسے کمیونٹی کی شرکت پر مبنی تنظیمی ماڈلز، اسی اصول کی تصدیق کرتے ہیں کہ ترقی لوگوں کے بغیر نہیں، لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ بشریات جدید ٹیکنالوجی، صنعت یا معاشی نمو کی مخالف ہے۔ بشریات کا اعتراض طریقے پر ہے، مقصد پر نہیں۔ اس کی تجویز یہ ہے کہ منصوبہ بندی سے پہلے اثرات کا سماجی و ثقافتی جائزہ لیا جائے، متاثرین کی آواز سنی جائے، ازالے کا منصفانہ نظام ہو اور ترقی کے فوائد کمزور طبقات تک ضرور پہنچیں۔ یوں بشریات ترقی کو انسانی چہرہ عطا کرتی ہے اور دیگر حلقوں کی تکنیکی مہارت کو سماجی حقیقت سے جوڑتی ہے۔ دونوں نقطہ نظر لازم و ملزوم ہیں، مگر انسان کو مرکز بنائے بغیر کوئی ترقی قومی ترقی کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ دیگر حلقے ترقی کو بالعموم معاشی نمو، اہداف اور ظاہری تعمیرات سے تعبیر کرتے ہیں، جب کہ بشریات ترقی کو انسانی فلاح، ثقافتی احترام اور عوامی شرکت کے عمل کے طور پر دیکھتی ہے۔ فرق کا اصل نکتہ انسان کی حیثیت ہے: ایک کے نزدیک انسان ترقی کا خاموش ذریعہ ہے اور دوسرے کے نزدیک وہی ترقی کا مقصد اور مرکز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کی جدید منصوبہ بندی میں سماجی اثرات کے جائزے اور ماہرین بشریات کی شرکت کو لازمی قرار دیا جانے لگا ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

سوال نمبر4: انفرادیت سے مراد اور اس کی اہمیت(20نمبر)

سوال نمبر4: انفرادیت سے کیا مراد ہے؟انفرادیت کی اہمیت بیان کریں۔(20)

تعارف

انسان ایک طرف اجتماعیت یعنی معاشرے کی زندگی کا پابند ہے اور دوسری طرف اس کی اپنی الگ ذات، الگ ذہن اور الگ خواہشات بھی ہیں۔ انفرادیت اسی دوسرے پہلو کا نام ہے۔ بشریات اور عمرانیات میں انفرادیت کو فرد کی اس حیثیت سے سمجھا جاتا ہے جس میں وہ اپنی ذات، اپنے فیصلوں اور اپنی صلاحیتوں کو سماجی دباؤ سے نسبتاً آزاد ہو کر بروئے کار لاتا ہے۔ ہر معاشرہ فرد اور اجتماع کے درمیان ایک خاص توازن قائم کرتا ہے، اور یہی توازن اس معاشرے کی ثقافت کی شناخت بنتا ہے۔

اس جواب میں پہلے انفرادیت کا مفہوم اور تعریف واضح کی جائے گی، پھر اس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی جائے گی تاکہ معلوم ہو کہ یہ تصور مغرب میں کس طرح پروان چڑھا اور مشرقی معاشروں میں اس کی صورت کیا ہے۔ اس کے بعد انفرادیت کی اہمیت کو زندگی کے مختلف شعبوں، آزادی، تخلیق، معیشت اور سماجی ترقی کے حوالے سے شمار کیا جائے گا اور آخر میں اس کی حدود اور اجتماعیت سے توازن کی ضرورت پر بھی بحث کی جائے گی۔

انفرادیت کا مفہوم اور تعریف

انفرادیت، انگریزی میں Individualism، اس نظریے اور طرزِ عمل کو کہتے ہیں جس میں فرد کو اس کی انفرادی حیثیت میں اہمیت دی جاتی ہے: اس کے حقوق، اس کی رائے، اس کے فیصلے اور اس کی شخصیت کو اجتماع کی مجموعی مرضی سے الگ وقعت حاصل ہوتی ہے۔ انفرادیت پسند فرد اپنی زندگی کے فیصلے، پیشہ، شادی، رہائش اور عقیدے کے معاملات میں اپنی مرضی کو بنیادی حیثیت دیتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ اور ریاست اس کی اس آزادی میں کم سے کم مداخلت کریں۔ اس تصور میں فرد محض کسی گروہ کا پرزہ نہیں بلکہ خود مقصد اور مرکز ہے۔

انفرادیت کو خود غرضی سے خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔ خود غرضی ایک اخلاقی کمزوری ہے جس میں انسان صرف اپنے فائدے کی فکر کرتا ہے، جب کہ انفرادیت ایک سماجی و فکری تصور ہے جس میں فرد کی تکریم، اس کی صلاحیتوں کی نشوونما اور اس کے حقوق کے تحفظ کی بات ہوتی ہے۔ اسی طرح انفرادیت تنہائی بھی نہیں ہے؛ فرد خاندان اور معاشرے کا رکن رہتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس رکنیت میں اس کی الگ شناخت اور مرضی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ماہرین کے نزدیک صحت مند انفرادیت وہ ہے جس میں فرد آزاد بھی ہو اور ذمہ دار بھی۔

انفرادیت کا تاریخی پس منظر

قدیم اور قرونِ وسطیٰ کے معاشروں میں فرد کی حیثیت ثانوی تھی؛ انسان کی پہچان اس کے خاندان، قبیلے، ذات یا مذہبی گروہ سے ہوتی تھی اور اختلافِ رائے کو بغاوت سمجھا جاتا تھا۔ یورپ میں نشاۃِ ثانیہ نے انسان کو دوبارہ توجہ کا مرکز بنایا، روشن خیالی کے مفکرین لاک اور روسو نے فرد کے فطری حقوق اور آزادی کی بات کی، اور صنعتی انقلاب و سرمایہ داری نے نجی ملکیت، مقابلے اور ذاتی کامیابی کو معاشرتی قدر بنا دیا۔ یوں انفرادیت مغربی تہذیب کی نمایاں خصوصیت بن گئی اور پھر تعلیم، میڈیا اور عالمی رابطوں کے ذریعے دنیا کے دوسرے معاشروں تک پہنچی۔

اسلامی اور مشرقی روایت میں صورتِ حال قدرے مختلف ہے۔ اسلام فرد کی عزت، ذمہ داری اور آخرت میں انفرادی جواب دہی کو پوری اہمیت دیتا ہے، لیکن اس آزادی کو امت، خاندان اور اخلاقی حدود کے اندر رکھتا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں آج بھی برادری اور خاندانی فیصلوں کی گرفت مضبوط ہے، تاہم شہری کاری، تعلیم اور خواتین کی معاشی شرکت کے ساتھ انفرادیت کے رجحانات بڑھ رہے ہیں۔ بشریات کا کام کسی ایک صورت کو درست یا غلط کہنا نہیں بلکہ اس توازن کو سمجھنا ہے جو ہر ثقافت فرد اور اجتماع کے درمیان قائم کرتی ہے۔

انفرادیت کی اہمیت

انفرادیت کی سب سے بڑی اہمیت انسانی آزادی اور تکریم میں ہے۔ جب فرد کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنے فہم کے مطابق عقیدہ، تعلیم اور پیشہ منتخب کرے تو اس کی شخصیت نکھرتی ہے اور وہ مجبوری کے بجائے رضا و رغبت سے معاشرے کا مفید رکن بنتا ہے۔ حقوق انسانی کا جدید تصور، اظہار رائے کی آزادی اور قانون کے سامنے برابری، یہ سب اسی اصول کی اولاد ہیں کہ ہر فرد اپنی ذات میں قیمتی ہے اور کوئی گروہ یا ادارہ اسے نگل نہیں سکتا۔

تخلیق و ایجاد کی دنیا میں بھی انفرادیت محرک قوت ہے۔ سائنسی دریافتوں، ادبی شاہکاروں اور فنی تخلیقات کے پیچھے اکثر وہی اذہان ہوتے ہیں جنہیں رائج خیالات سے ہٹ کر سوچنے کی آزادی ملی۔ معاشی میدان میں ذاتی محنت، انفرادی کاروبار اور مقابلے نے جدید دنیا کی خوشحالی میں مرکزی کردار ادا کیا ہے؛ جب کمائی کا پھل محنت کرنے والے کو ملتا ہے تو کوشش بڑھتی ہے۔ اسی طرح سماجی اصلاح کی تحریکیں، چاہے وہ تعلیم نسواں کی ہوں یا غلامی کے خاتمے کی، اکثر افراد سے شروع ہوئیں جنہوں نے اجتماع کی رسم سے اختلاف کی جرات کی۔ انفرادیت فرد کو ذمہ داری بھی سکھاتی ہے، کیونکہ جب فیصلہ اپنا ہو تو اس کے نتائج سے فرار مشکل ہو جاتا ہے؛ یہی ذمہ داری پختہ اخلاقی شخصیت کی بنیاد ہے۔

- انسانی آزادی اور فرد کی تکریم و حقوق کا تحفظ انفرادیت کی اولین اہمیت ہے۔
- ذاتی صلاحیتوں کی نشوونما اور شخصیت کی تعمیر کے لیے انفرادی آزادی ناگزیر ہے۔
- تخلیق، ایجاد اور سائنسی ترقی آزاد سوچ رکھنے والے افراد ہی سے ممکن ہوتی ہے۔
- معاشی محنت و مقابلے کو انفرادیت سے تحریک ملتی ہے، جس سے خوشحالی بڑھتی ہے۔
- سماجی اصلاح اور رسم و رواج کی اندھی تقلید کے خاتمے کا راستہ انفرادیت سے نکلتا ہے۔

انفرادیت کی حدود اور اجتماعیت سے توازن

انفرادیت اگر حد سے بڑھ جائے تو اس کے نقصانات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ فرد جب صرف اپنی ذات کا ہو کر رہ جاتا ہے تو خاندانی رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں، بزرگوں کی دیکھ بھال مشکل ہو جاتی ہے، مشترکہ ذمہ داریوں سے گریز بڑھتا ہے اور انسان تنہائی و ذہنی دباؤ کا شکار ہوتا ہے۔ مغربی معاشروں میں مشترکہ خاندان کا خاتمہ اور رشتوں کی ناپائیداری اسی انتہا کا نتیجہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں انتہائی اجتماعیت فرد کی صلاحیتوں کو دباتی اور جدت کا گلا گھونٹتی ہے۔ دونوں انتہائیں انسانی فلاح کے خلاف ہیں۔

درست راستہ توازن کا ہے۔ فرد کو اپنی صلاحیتوں، رائے اور فیصلوں میں وقعت ملے لیکن وہ اپنے خاندان، معاشرے اور اخلاقی اصولوں کا بھی پابند رہے۔ اسلام کی طرح کئی ثقافتیں یہی درمیانی راہ پیش کرتی ہیں: فرد کی انفرادی ذمہ داری اور حقوق کی پوری تکریم، مگر ان کا استعمال اجتماع کی بھلائی کے اندر۔ بشریاتی مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ معاشرے اپنی بقا کے لیے فرد و اجتماع کے تعلق کو برابر نئے سرے سے ترتیب دیتے رہتے ہیں، اور پائیدار معاشرے وہی ہیں جو اس توازن کو قرار رکھنے میں کامیاب رہتے ہیں۔

نتیجہ

مختصراً انفرادیت سے مراد فرد کی انفرادی حیثیت، اس کے حقوق، اس کی آزادی اور اس کی شخصیت کی تکریم کا تصور ہے۔ اس کی اہمیت آزادی و حقوق کے تحفظ، تخلیقی و معاشی ترقی، ذمہ داری کے احساس اور سماجی اصلاح میں نمایاں ہے۔ تاہم انفرادیت کا صحت مند صورت وہی ہے جو اجتماعیت کی بھلائی کے ساتھ متوازن ہو؛ فرد اور معاشرہ حریف نہیں بلکہ لازم و ملزوم ہیں، اور یہی متوازن انفرادیت جدید معاشرے کی اخلاقی و ثقافتی ضرورت ہے۔

سوال نمبر5: مختصر نوٹ: بشریات ایک سماجی سائنس؛علاقائی وزمانی تمدن کا نظریہ؛ترقی کے لیے منصوبہ بندی؛تفاعل کی اہمیت(5 نمبر) 5 + 5 + 5 +

سوال نمبر5: مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں۔ 1۔ بشریات ایک سماجی سائنس (5) 2۔ علاقائی وزمانی تمدن کا نظریہ (5) 3۔ ترقی کے لیے منصوبہ بندی کی اہمیت(5) 4۔ معاشرتی زندگی میں تفاعل کی اہمیت(5)

تعارف

اس سوال میں چار الگ الگ موضوعات پر مختصر نوٹ مطلوب ہیں۔ پہلا نوٹ اس سوال کا جواب ہے کہ بشریات کو سماجی سائنس کیوں کہا جاتا ہے۔ دوسرا نوٹ تہذیب و تمدن کے علاقائی اور زمانی فرق کے نظریے سے متعلق ہے۔ تیسرے نوٹ میں قومی ترقی کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت واضح کی گئی ہے، اور چوتھا نوٹ معاشرتی زندگی میں تفاعل یعنی باہمی عمل ورد عمل کی مرکزی حیثیت بیان کرتا ہے۔ یہ چاروں موضوعات مل کر اس کورس کے بنیادی مسائل، انسان، ثقافت، ترقی اور سماجی تعامل، کی ایک جامع تصویر پیش کرتے ہیں۔

نوٹ1: بشریات ایک سماجی سائنس

بشریات کو سماجی سائنس اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا اصل موضوع انسان کا سماجی و ثقافتی وجود ہے۔ سائنس ہونے کا مطلب ہے کہ اس میں معلومات مشاہدے، میدانی تحقیق، تقابل اور منظم استدلال سے حاصل کی جاتی ہیں، اندازوں اور روایات سے نہیں۔ ماہر بشریات جب کسی قبیلے یا برادری کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ خود ان کے درمیان وقت گزارتا ہے، ان کی زبان سیکھتا ہے، ان کی رسموں میں شریک ہو کر مشاہدہ کرتا ہے اور پھر حاصل شدہ مواد کو منظم انداز میں مرتب کر کے عمومی اصول اخذ کرتا ہے۔ یہی طریقہ کار اسے طبیعی علوم کی طرح سائنسی حیثیت دیتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس کا مادہ لیبارٹری کے بجائے زندہ معاشرہ ہوتا ہے۔

سماجی سائنس ہونے کے اعتبار سے بشریات کے موضوعات خاندان، رشتہ داری، مذہب، معیشت، سیاست، قانون اور رسم و رواج ہیں، یعنی وہ سارے ادارے جو انسان کو باہم مربوط رکھتے ہیں۔ یہ دیگر سماجی علوم، عمرانیات، نفسیات اور اقتصادیات، سے قریبی رشتہ رکھتی ہے، لیکن اس کی انفرادیت اس کے میدانی، تقابلی اور کلیتی نقطہ نظر میں ہے۔ بشریات زندہ اور قدیم، دونوں طرح کے معاشروں کا مطالعہ کرتی ہے، اس لیے سماجی علوم میں اسے سب سے جامع اور بنیادی مقام حاصل ہے اور اسی وجہ سے اسے "سماجی سائنسوں کی ماں" بھی کہا جاتا ہے۔

نوٹ 2: علاقائی و زمانی تمدن کا نظریہ

علاقائی و زمانی تمدن کے نظریے سے مراد یہ اصول ہے کہ تمدن یعنی ثقافت و تہذیب کا ظاہری و عملی نظام، ہر علاقے اور ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔ ایک ہی تہذیبی عناصر، جیسے فن تعمیر، لباس، خوراک، حکمرانی اور رسم و رواج، گرم اور سرد علاقوں میں ایک جیسی صورت اختیار نہیں کرتے، کیونکہ جغرافیہ اور آب و ہوا انسانی زندگی کو مخصوص سانچوں میں ڈھال دیتے ہیں۔ مثلاً عرب کے صحرائی تمدن میں اونٹ، کھجور اور خیمہ مرکزی حیثیت رکھتے ہیں، جبکہ قطبی علاقوں کی زندگی برف، مچھلی اور مخصوص لباس کے گرد گھومتی ہے۔ اسی طرح ایک ہی علاقے کا تمدن مختلف زمانوں میں بدلتا رہتا ہے: زرعی زمانے کی مہذب زندگی صنعتی دور میں کارخانوں، شہروں اور مشینوں کے باعث یکسر مختلف ہو جاتی ہے۔

اس نظریے کی اہمیت یہ ہے کہ یہ ثقافتوں کے تقابلی مطالعے میں احتیاط سکھاتا ہے۔ کوئی تمدن مطلقاً اعلیٰ یا پست نہیں ہوتا؛ اسے اس کے علاقے اور زمانے کے تناسب سے پرکھنا چاہیے۔ بعض ارتقائی مفکرین نے ایک ہی تمدن کو سارے عالم کے لیے پیمانہ بنا کر اسی بنیاد پر خطا کھائی۔ علاقائی و زمانی اختلاف کا اصول ہمیں بتاتا ہے کہ ثقافتی فرق دراصل ماحول اور تاریخی حالات سے ڈھلنے کا نام ہے، اور ہر تمدن اپنی جگہ ایک منطقی جواب ہے جو انسان نے اپنے گردونواح کے مسائل کے حل کے لیے تلاش کیا۔

نوٹ 3: ترقی کے لیے منصوبہ بندی کی اہمیت

منصوبہ بندی سے مراد مستقبل کے اہداف کا پیشگی تعین اور ان کے حصول کے لیے وسائل کی منظم ترتیب ہے۔ محدود وسائل اور بے شمار ضروریات والے ممالک کے لیے منصوبہ بندی ناگزیر ہے، کیونکہ بغیر منصوبے کے ترقی اندھی دوڑ بن جاتی ہے: کہیں وسائل ضائع ہوتے ہیں اور کہیں اہم ترین شعبے محروم رہ جاتے ہیں۔ منصوبہ بندی سے ترجیحات طے ہوتی ہیں، تعلیم، صحت، زراعت و صنعت میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، سرمائے کا درست استعمال ممکن ہوتا ہے اور نجی شعبے کو بھی سمت ملتی ہے۔ پانچ سالہ منصوبے اسی اصول کی عملی صورت ہیں۔

تاہم بشریاتی نقطہ نظر سے منصوبہ بندی کی کامیابی کی شرط یہ ہے کہ یہ صرف کاغذی اہداف کا نام نہ ہو۔ ایسی منصوبہ بندی مقامی حالات، ثقافت اور عوامی شرکت کو شامل کرتی ہے؛ اگر منصوبہ ساز زمینی حقیقت سے دور بیٹھ کر فیصلے کریں تو مہنگے منصوبے بھی ناکام رہتے ہیں۔ اس لیے دور جدید میں منصوبہ بندی میں سماجی اثرات کا جائزہ، متاثرہ آبادی سے مشاورت اور مسلسل نگرانی و جائزے کو لازمی جز قرار دیا جاتا ہے۔ یوں منصوبہ بندی ترقی کو حادثات سے نکال کر شعوری اور پائیدار عمل بنا دیتی ہے۔

نوٹ 4: معاشرتی زندگی میں تفاعل کی اہمیت

تفاعل، جسے انگریزی میں Social Interaction کہا جاتا ہے، دو یا زیادہ افراد یا گروہوں کے درمیان اس باہمی عمل و ردعمل کو کہتے ہیں جس میں ہر فریق دوسرے کے رویے سے متاثر ہوتا اور اسے متاثر کرتا ہے۔ تفاعل معاشرتی زندگی کی اصل روح ہے؛ معاشرہ اسی سے بنتا ہے۔ زبان، اشارے، گفتگو، ملاقات، تبادلہ، تعاون، مقابلہ اور تصادم، یہ سب تفاعل کی صورتیں ہیں۔ انسان جو کچھ سیکھتا ہے، وہ تفاعل ہی سے سیکھتا ہے: بچہ خاندان کے تفاعل سے زبان اور اخلاق اختیار کرتا ہے اور سماجی بننے کا پورا عمل، جسے اشتراکِ حیات یا سوشلائزیشن کہتے ہیں، تفاعل کے بغیر ممکن نہیں۔

تفاعل کی اہمیت کا دوسرا پہلو اس کا تنظیمی کردار ہے۔ اقدار و معمولات تفاعل کے ذریعے ہی ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں، منصب و کردار کا نظام بھی باہمی توقعات کے تفاعل سے چلتا ہے، اور سماجی کنٹرول کی غیر رسمی صورتیں، جیسے تعریف و ملامت، تفاعل ہی کی عملی شکلیں ہیں۔ جہاں تفاعل منظم اور مثبت ہو وہاں تعاون اور امن

بڑھتا ہے، اور جہاں یہ بگڑ جائے وہاں تصادم اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا معاشرتی زندگی کو سمجھنے کی کنجی تفاعل ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی ماہرین معاشرے کی تعریف ہی "باہم متفاعل افراد کا جال" کہہ کر کرتے ہیں۔

نتیجہ

ان چار مختصر نوٹوں کا حاصل یہ ہے کہ بشریات اپنے منظم میدانی طریقہ کار اور ثقافتی موضوعات کی بنا پر ایک مکمل سماجی سائنس ہے؛ تمدن ہمیشہ علاقے اور زمانے کے تناسب سے سمجھنا چاہیے؛ قومی ترقی منصوبہ بندی کے بغیر بے سمت رہتی ہے، لیکن کامیاب منصوبہ بندی انسانی و ثقافتی حقائق کی پابند ہوتی ہے؛ اور معاشرتی زندگی کی اصل جان تفاعل ہے، جس سے انسان سیکھتا بھی ہے، جڑتا بھی ہے اور منظم بھی ہوتا ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com